شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی[1]

سود کی حرمت و حقیقت اور بعض شبہات کا اِزالہ

۱۴ر نومبر ۱۹۹۱ء کو پاکستان کی فیڈرل شریعت کورٹ نے ہر قسم کے سودی کاروبار کو حرام قرار دے کر ملکی معیشت کو اس سے جلد پاک کرنے کا تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا اور ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بنچ نے بھی اس کی توثیق کی تھی لیکن ۲۴ جون ۲۰۰۲ء کو سپریم کورٹ نے UBL کی نظر ثانی کی اپیل پر اس فیصلے کو کالعدم قرار دے کر اسے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں بھیج دیا گیا جہاں اب اس کیس کا از سر نو جائزہ[2] لیا جارہا ہے۔ یہ مضمون اسی تناظر میں لکھا گیا ہے۔

حرمتِ سود

سود خواہ کسی غریب و نادار سے لیا جائے یا کسی امیر اور سرمایہ دار سے، یہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے نہ صرف معاشی استحصال، مفت خوری، حرص و طمع، خود غرضی، شقاوت و سنگ دلی، مفاد پرستی، زر پرستی اور بخل جیسی اخلاقی قباحتیں جنم لیتی ہیں بلکہ معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اس لیے دین اسلام اسے کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ قرآن حکیم

۱ شیخ الحدیث ابوہریرہ شریعہ کالج، مسجد ابوہریرہ، کریم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

۲ نظر ثانی کی اس درخواست پر سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے، از سر نو کیس کا جائزہ لینے کی ہدایت کی گئی۔ ۱۱ برس یونہی گزر گئے اور اب ۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۳ء کو اس کیس کی سماعت کا آغاز وفاقی شرعی عدالت میں کر دیا گیا ہے، گویا معاملہ پھر سے وہیں آپہنچا ہے جہاں سے ۲۲ برس قبل وفاقی شرعی عدالت میں شروع ہوا تھا۔ شرعی عدالت نے ۱۴ سوالات پر مشتمل سوالنامہ جاری کر دیا ہے جس کا جواب ۵ نومبر سے پہلے پہلے طلب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر سوالات وہی ہیں، جن کا جواب اس سے پہلے بھی دیا جا چکا ہے، محدث کے خصوصی شمارہ سود نمبر مجریہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ان سوالات کے تفصیلی جوابات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اس سارے منظر نامے سے حکومتِ پاکستان کی نفاذِ اسلام کے لئے 'مخلصانہ خدمات' اور رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ح م

نے نہ صرف اسے قطعی حرام قرار دیا ہے بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ ﴾[1]

”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص کو چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ تجارت بھی تو آخر سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام، اب جس شخص کو اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ سود سے رک جائے تو پہلے جو سود کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے مگر جو پھر بھی سود کھائے تو یہی لوگ دوزخی ہیں، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار بندے کو پسند نہیں کرتا۔“

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾[2]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔ اور اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“

۱ البقرۃ:۲۷۵،۲۷۶

۲ البقرۃ:۲۷۸،۲۷۹

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[1]

"اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کر کے مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم آخرت میں نجات پا سکو۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبٰوا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ»[2]

"سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس نفس کو اللہ نے حرام کیا ہے، اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ دکھا کر بھاگنا، پاک دامن اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔"

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً»[3]

"ربا کا ایک درہم جو انسان علم ہونے کے باوجود کھاتا ہے ۳۶ (چھتیس) زناؤں سے زیادہ سخت ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الربا ثلاثة وسبعون بابًا أيسرها مثل أن ينكح الرجل أمّه»[4]

---

١ آل عمران: ١٣٠

٢ صحیح بخاری: ٢٧٦٦

٣ مسند احمد: ٢٠٩٥١، ج۵/ص ٢٢٥

٤ مستدرک حاکم: کتاب البیوع ٢/٣٧

"سود کے ستّر دروازے ہیں، سب سے کم تر یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔"

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس میں ملوث تمام لوگوں کو لعنتی قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللہ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ»[1]

"نبی کریم ﷺ نے سود کھانے، سود کھلانے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"

دیگر مذاہب میں بھی سود حرام ہے!

چونکہ سود ہر دور میں بنی نوع انسان کے لیے ایک جاں گسل مسئلے کی حیثیت سے موجود رہا ہے، اسی لئے ہر دین و مذہب میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے یہودیوں کی بداعمالیوں کا ذکر کرتے ہوئے سود خوری کا تذکرہ بھی کیا ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سود پہلے سے حرام کر دیا تھا مگر یہ اس ذلیل دھندے میں لگے رہتے تھے:

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾[2]

"یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کچھ پاک چیزیں حرام کر دی تھیں جو ان کے لیے حلال تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ اُنہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کا لوگوں کا ناجائز طریقے کے ساتھ مال کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

۱ صحیح مسلم: ۴۰۹۳، ۴۰۹۲

۲ النساء: ۱۶۰، ۱۶۱

آج بھی تورات میں کئی جگہ سود کی ممانعت کے احکام موجود ہیں۔ چنانچہ تورات کی کتاب 'استثنا' میں ہے:

"تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا یا کسی ایسی چیز کا جو بیاج پر دی جایا کرتی ہو۔"[1]

کتابِ 'خروج' میں ہے:

"اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔"[2]

کتاب 'احبار' میں ہے:

"اور اگر تیرا کوئی بھائی مفلس ہو جائے اور وہ تیرے سامنے تنگ دست ہو تو تو اسے سنبھالنا۔ وہ پردیسی اور مسافر کی طرح تیرے ساتھ رہے۔ تو اس سے سود یا نفع مت لینا بلکہ اپنے خدا کا خوف رکھنا تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ تو اپنا روپیہ اسے سود پر مت دینا اور اپنا کھانا بھی اسے نفع کے خیال سے نہ دینا۔"[3]

صحیفہ 'حزقیل' میں ہے:

"سود پر لین دین کرے تو کیا وہ زندہ رہے گا؟ اس نے یہ سب نفرتی کام کئے ہیں۔ وہ یقیناً مرے گا۔ اس کا خون اسی پر ہو گا۔"[4]

حرمتِ سود کا یہی حکم عیسائیوں کے لیے بھی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[5]

---

۱ استثنا ۲۳: ۱۹

۲ خروج، باب ۲۲: ۲۶

۳ احبار: باب ۲۵: ۳۵ تا ۳۷

۴ حزقیل ۱۸: ۵، ۱۳

۵ انجیل متی، ۵: ۱۷

یہود و نصاریٰ کی طرح ہندوؤں کے مذہب میں بھی سود حرام ہے جیسا کہ مغل شہزادے محمد داراشکوہ اور معروف ہندو پنڈت کے درمیان ہونے والے مکالمے سے واضح ہے۔ داراشکوہ نے پنڈت صاحب سے پوچھا: کیا مسلمان پر سود کا لینا حرام اور ہنود پر حلال ہے ؟ تو پنڈت صاحب نے جواب دیا: ہنود پر سود لینا حرام سے بھی زیادہ برا ہے۔ اس پر داراشکوہ نے سوال کیا کہ پھر سود لیتے کیوں ہیں ؟ تو پنڈت جی نے کہا کہ یہ رواج پا گیا ہے اور اس کا رواج پانا اس کے نقصان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔[1] مگر الم ناک صورتِ حال یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں سمیت سب ہی اس ملعون دھندے میں لگے ہوئے ہیں۔

سود کیا ہے ؟

سود کو عربی زبان میں رِبا کہتے ہیں جس کا لغوی معنیٰ ہے 'اضافہ' جب کہ شریعت کی اصطلاح میں سود اس متعین اور طے شدہ اضافی رقم کو کہا جاتا ہے جو مقروض قرض دینے والے کو اصل سرمائے کے ساتھ واپس کرتا ہے یا وہ اضافی رقم جو بیع کے نتیجے میں واجب ہونے والی رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر وصول کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾﴾[2]

''اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہی ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا»[3]

''ہر وہ قرض جو فائدے کا باعث بنے، وہ سود ہے۔''

یعنی قرض خواہ کا اپنے مقروض سے اصل سرمائے کے علاوہ کسی بھی نام سے زائد رقم وصول کرنا سود ہے چاہے وہ سود کے نام سے وصول کی جائے یا نفع اور مارک اپ کے نام سے۔ اس میں

---

۱ اسرارِ معرفت: ۲۱

۲ البقرۃ: ۲۷۹

۳ جامع الصغیر: ۹۷۲۸... سود کی جامع تر تعریف کیلئے محدث کے سود نمبر کا صفحہ ۸۳، ۴۶، ۴۲ ملاحظہ کریں۔ ح م

بنک انٹرسٹ، انعامی بانڈز، ڈیفنس سرٹیفکیٹس، سیونگ سرٹیفکیٹس، پاکستان انویسٹمنٹ بانڈز اور کمرشل انشورنس بھی شامل ہیں کیونکہ ان پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔

ربا البیوع

سود کی واضح ترین شکل تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے اور اسی کو سابقہ شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے لیکن اسلام کی نگاہ میں سود کی ایک اور قسم بھی ہے جو پہلی قسم کی طرح ہی حرام ہے۔ وہ ہے ایک جنس کی دو چیزوں کا اس طرح تبادلہ کرنا کہ دونوں یا ایک طرف سے اُدھار ہو جیسے روپے کا ڈالر کے ساتھ اُدھار تبادلہ یا ایک قسم کی دو چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا جیسے گندم کا گندم کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ۔ اس کو 'ربا البیوع' یا 'ربا الفضل' کہتے ہیں یعنی سود کی وہ قسم جس کا تعلق خرید و فروخت یا تبادلے کے سودوں سے ہے۔

ربا البیوع کے متعلق احادیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

«يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ فَمَنْ زَادَ أَوْ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا»[1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کی سونے کے ساتھ، چاندی کی چاندی کے ساتھ گندم کی گندم کے ساتھ جو کی جو کے ساتھ کھجور کی کھجور کے ساتھ اور نمک کی نمک کے ساتھ بیع سے منع فرماتے تھے الا یہ کہ برابر برابر اور نقد ہوں جو زیادہ لے یا زیادہ دے وہ ربا کا مرتکب ہوا تو لوگوں نے جو لیا تھا وہ لوٹا دیا۔"

ظاہر ہے ایک جیسی دو چیزوں کے تبادلے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ان کی جنس ایک ہونے کے باوجود کوالٹی میں فرق ہو۔ اس صورت میں اسلام نے ہمارے سامنے دو ہی

۱ صحیح مسلم: کتاب المساقات: ۴۰۶۱

راستے رکھے ہیں:

① جو کم تر چیز کے بدلے اعلیٰ یا اعلیٰ کے بدلے کم تر لینا چاہتا ہے وہ پہلے اس چیز کو بازار میں فروخت کرے، اس کے بعد اپنی مطلوبہ چیز خریدے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا» قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ «لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا»[1]

”نبی ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر میں عامل مقرر کیا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس بہترین کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اس قسم کی ہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! واللہ ایسی نہیں ہیں، ہم دو صاع کے بدلے اس کا ایک صاع اور تین صاع کے بدلے اس کے دو صاع وصول کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، ان ہلکی کھجوروں کو نقد درہموں سے بیچو پھر ان درہموں سے اعلیٰ کھجوریں خریدو۔“ ... اور یہی ہدایت وزن کی جانے والی اشیا کے متعلق فرمائی۔

② اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں اشیا کے مابین خاصیت کے فرق (Quality) کو نظر انداز کر دیا جائے۔

ربا البیوع کیوں حرام ہے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوالٹی میں فرق کی بنیاد پر کمی بیشی کے ساتھ تبادلے میں بظاہر کوئی خرابی نظر نہیں آتی کیونکہ اعلیٰ درجے اور کم تر درجے کی چیز برابر نہیں پھر شریعت نے اسے کیوں حرام قرار دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے انسان میں سود خوری کی

1 صحیح بخاری: ۲۲۰۲،۲۲۰۱

ذہنیت پرورش پانے کا اندیشہ تھا۔ دین اسلام کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ جب وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس برائی تک پہنچنے کے تمام راستے اور ذرائع بھی بند کر دیتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کی یہ حکمت خود ہی بیان فرمادی ہے۔

«لاَ تَبِيْعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ وَلاَ الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَلاَ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ وَالرَّمَاءُ هُوَ الرِّبَا»[1]

"ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہم اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض نہ بیچو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم سود خوری میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔"

یہ حقیقت ہے کہ ایک قسم کی دو چیزوں کے درمیان تبادلہ ادنیٰ اور اعلیٰ یعنی کوالٹی کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے کہ ایک طرف عمدہ گندم ہوتی ہے اور دوسری طرف کم تر۔ چونکہ کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ سود کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے شریعتِ اسلامیہ نے یہ اُصول طے کر دیا ہے کہ یا تو کوالٹی کا فرق نظر انداز کر کے لین دین کیا جائے یا پھر اپنی چیز بیچ کر مطلوبہ چیز خریدی جائے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

جَاءَ بِلاَلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟» قَالَ بِلاَلٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ «أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا، لاَ تَفْعَلْ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ»[2]

"ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لائے۔ آپ نے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی، میں نے وہ دو صاع دے کر ایک صاع خرید لی تاکہ ہم نبی ﷺ کو عمدہ کھجوریں کھلائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہائے یہ تو قطعی سود ہے یہ قطعی سود ہے، ایسا ہرگز نہ

۱ مسند احمد: ۶۰۹۵
۲ صحیح بخاری: ۲۳۱۲؛ صحیح مسلم: ۴۰۸۳

کرو۔ جب تم عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو تو اپنی کھجوریں کسی دوسری چیز کے عوض بیچ دو پھر اس سے عمدہ کھجوریں خریدو۔“

اسی طرح اگر کسی چیز میں سونا اور دوسری اشیا ملی جلی ہوں تو جب تک سونے کو علیحدہ نہ کر لیا جائے اس کو اسی حالت میں متعین سونے کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا خَرَزٌ وَذَهَبٌ وَهِيَ مِنَ الْـمَغَانِمِ تُبَاعُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالذَّهَبِ الَّذِي فِي الْقِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ»[1]

”خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہار لایا گیا جس میں کڑیاں اور سونا تھا۔ وہ مالِ غنیمت میں سے تھا اور فروخت کیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ہار میں موجود سونے کے بارے میں فرمایا تو اسے (اکیلے سونے کو) الگ کر دیا گیا۔ پھر آپ نے ان سے کہا: سونا سونے کے ساتھ وزن کر کے فروخت کیا جائے۔“

دوسری روایت میں فضالہ بن عبید فرماتے ہیں:

”میں نے خیبر کے روز بارہ دینار کے عوض ایک ہار خریدا جس میں سونا اور کڑیاں تھیں۔ میں نے اس کو الگ الگ کیا تو اس میں بارہ دینار سے زائد سونا پایا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ آنحضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: جب تک جدا جدا نہ کر لیا جائے اسے بیچا نہ جائے۔“[2]

حتیٰ کہ اگر ہم سونے یا چاندی کی بنی ہوئی کوئی چیز خریدیں تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اس کی قیمت میں اس کے وزن سے زائد سونا یا چاندی دینا جائز نہیں کیونکہ اس کی آڑ میں سودی مرض کو در آنے کا موقع مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہد کہتے ہیں:

”میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ ان کے پاس ایک سنار آیا۔ اس نے

---

۱ صحیح مسلم: ۴۰۷۵

۲ ایضاً

کہا: اے ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ بن عمرؓ کی کنیت) میں سونے کو ڈھالتا ہوں، پھر زیادہ وزن پر فروخت کر دیتا ہوں اور اپنے ہاتھ کی محنت کے بقدر بچا لیتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ان کو منع کر دیا، تاہم وہ سنار بار بار مسئلہ پیش کرنے لگا اور عبد اللہ بن عمرؓ اسے منع کر رہے تھے۔ یہاں تک مسجد کے دروازے تک یا جس سواری پر سوار ہونا چاہتے تھے اس تک پہنچ گئے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا: دینار دینار اور درہم درہم کے بدلے اُن میں تفاضل (کمی بیشی) جائز نہیں ہے۔ یہ ہمارے نبی کا ہم سے عہد ہے اور ہمارا تمہارے ساتھ عہد ہے۔''[1]

اس طرح کا ایک واقعہ حضرت عطا بن یسار سے بھی مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ[2]

''ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کی بنی ہوئی ایک مشک اس کے وزن سے زائد سونا یا چاندی وصول کر کے فروخت کی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اس طرح کے سودے سے منع کرتے تھے، سوائے اس کے کہ برابر برابر ہو۔''

کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کی جائز و ناجائز صورتیں

صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»[3]

''جب یہ اشیا مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ تبادلہ نقد و نقد ہو۔''

اہل علم نے آسانی کے لیے ان اشیا کو دو گروپوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ سونا، چاندی　　　　۲۔ گندم، جَو، کھجور اور نمک

۱　موطأ امام مالک، باب بیع الذہب بالفضۃ تبرا وعینا

۲　سنن نسائی، باب بیع الذہب بالذہب: ۴۵۷۶

۳　صحیح مسلم، باب بیع الصرف وبیع الذہب ۴۰۶۳

اور ان کے باہمی تبادلے کی جائز وناجائز صورتیں یوں بیان کی ہیں:

① ایک گروپ کی دو ایک جیسی چیزوں جیسے سونے کا سونے یا چاندی کا چاندی یا گندم کا گندم کے ساتھ تبادلہ، اس میں کمی بیشی اور اُدھار دونوں منع ہے۔ اُدھار ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دو ایک جیسی چیزوں میں حقیقی برابری تب ممکن ہے جب دونوں کی ادائیگی کا وقت بھی ایک ہو۔

② ایک گروپ کی دو مختلف چیزوں کا تبادلہ جیسے سونے کا چاندی یا گندم کا چاول کے ساتھ تبادلہ۔ اس میں کمی بیشی جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں کیونکہ ادھار کی بیشی سودی مزاج پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس طرح جو شخص آج دس من گندم دے کر یہ طے کرتا ہے کہ وہ ایک مہینہ بعد پانچ من چاول لے گا تو اس کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک ماہ بعد پانچ من چاول دس من گندم کے برابر ہوں گے۔ اس نے دونوں کے درمیان تبادلے کی جو نسبت پیشگی طے کرلی ہے، یہ سودی ذہنیت کا ہی نتیجہ ہے جبکہ اس کے برعکس نقد تبادلہ ہمیشہ بازاری نرخ پر ہی ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت نے نقد تبادلے کو تو جائز قرار دیا ہے لیکن اُدھار کی اجازت نہیں دی۔

③ ایک گروپ کی کسی چیز کا دوسرے گروپ کی کسی چیز سے تبادلہ جیسے سونے کا گندم یا چاندی کا جو کے ساتھ لین دین، اس میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اُدھار بھی۔

یہی حکم ان اشیا کے باہمی تبادلے کا ہے جو حرمت کی علت میں ان چھ اشیا کے ساتھ شریک ہیں۔ اب ان اشیا کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اس میں فقہاے کرام کا اختلاف ہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں حُرمت کی وجہ ان کا ثمن (زر) ہونا ہے، لہٰذا موجودہ دور کی کرنسیوں کو اِن پر قیاس کیا جائے گا اور ایک ملک کی کرنسی کا اُسی ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ اور اُدھار تبادلہ حرام ہوگا جبکہ باقی چار اجناس میں حرمت کی وجہ قابل غذا و قابل ذخیرہ ہونا ہے، اس لیے وہ تمام غذائی اشیا جنہیں ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، ان کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ ممنوع ہے۔

سود کے بارے میں بعض غلط فہمیاں

قرآن حکیم میں چونکہ انتہائی سخت الفاظ اور بڑی شدّومد کے ساتھ سود کی مذمت کی گئی ہے اس لئے مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر اس کی حرمت پر متفق ہیں تاہم بعض مسلمانوں میں اس حوالے سے کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کو دور کرنا ضروری ہے۔

پہلی غلط فہمی: کاروباری سود یا کمرشل انٹرسٹ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن نے صرف اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو غریب اور پریشان حال لوگوں سے لیا جائے لیکن اگر کاروباری قرض پر سود لیا جائے تو اس کو قرآن حرام قرار نہیں دیتا کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج ہی نہیں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں ذاتی اور کاروباری قرضوں کی کوئی تفریق موجود نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم صرف اپنا اصل سرمایہ اور رأس المال لینے کے مجاز ہو۔[1] اس حکم کا اطلاق کاروباری قرضوں پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اصل سرمایہ اور رأس المال کے الفاظ کاروباری سیاق وسباق میں ہی بولے جاتے ہیں۔

اگر اُمرا سے سود لینا جائز ہوتا تو پھر 'ربا البیوع' حرام نہ ہوتا کیونکہ اس میں کسی غریب سے سود نہیں لیا جاتا بلکہ یہ دو فریقوں کے درمیان برابری کی بنیاد پر تبادلہ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

اور پھر یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج نہیں تھا۔ کاروباری قرضوں کا رواج تو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

"نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ اس نے ایک شخص سے اللہ کو ضامن بنا کر ایک ہزار دینار قرض لیا اور سمندری سفر پر روانہ ہو گیا۔"[2]

۱ سورۃ البقرۃ:۲۷۸

۲ صحیح بخاری: ۲۲۹۱

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے اس قرض سے کاروبار کیا تھا۔[1]

علاوہ ازیں قرض کی مقدار سے بھی یہ واضح ہے کہ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ کاروبار کے لیے لیا گیا تھا۔ موطا امام مالک میں ہے:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ اور عبید اللہ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے۔ جب وہ واپس آرہے تھے تو ان کی ملاقات بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری سے ہوئی، تو اُنہوں نے کہا: میری یہ خواہش ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکوں۔ میرے پاس بیت المال کا کچھ مال ہے جو میں مدینہ منورہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں، میں وہ مال تمہیں بطورِ قرض دے دیتا ہوں، تم یہاں سے کچھ سامان خرید لو اور مدینہ منورہ میں وہ سامان بیچ کر اصل سرمایہ بیت المال میں جمع کرا دینا اور نفع خود رکھ لینا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے کیونکہ یہ ان کے صاحبزادوں کے ساتھ امتیازی سلوک تھا۔ اس لیے اُنہوں نے اسے 'مضاربہ' قرار دے کر اصل سرمائے کے علاوہ ان سے آدھا نفع بھی وصول کیا۔''[2]

یہ قرض بھی کاروبار کے لیے ہی دیا گیا تھا اس لیے یہ کہنا کہ نزولِ قرآن کے وقت کاروباری قرضوں کا رواج نہیں تھا درست نہیں ہے۔

دوسری غلط فہمی: سودِ مرکّب یا سود دَر سود

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے صرف مرکّب سود (Compound Interest) کو حرام قرار دیا ہے۔ مفرد سود (Simple Interest) کو حرام قرار نہیں دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے سود کی مد میں واجب الوصول ہر قسم کی رقم سے دستبردار ہونے کا حکم دیا ہے جس میں مفرد سود بھی شامل ہے۔ بعض اوقات قرآن کسی جرم کی قباحت بیان کرنے کے لئے ایسی باتیں بھی ذکر کر دیتا ہے جو اس جرم کا لازمی عنصر نہیں ہوتا، مثلاً

۱ فتح الباری: ۴/ ۵۹۴

۲ موطا امام مالک: کتاب القراض، باب ماجاء فی القراض: ۶۸۷

قرآن کہتا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ﴾[1]

"فقر وفاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔"

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقر وفاقہ کے خوف کے بغیر اُنہیں قتل کیا جا سکتا ہے۔

تیسری غلط فہمی: سود کی مکمل وضاحت نہیں ہوئی!

بعض لوگ سود کے حق میں یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ سود کی آیت قرآنِ مجید کی آخری آیات میں سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت کئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے لہٰذا سود کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم نہ تھا کہ سود کیا ہے۔

لیکن ان کا یہ استدلال واضح طور پر باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود لینے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے عمل پر اعلانِ جنگ کر دیا ہو جس کی حقیقت ہی کسی کو معلوم نہ ہو جب کہ اللہ عزوجل کا اُصول ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ﴾[2]

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سود کی حرمت آپ کی زندگی کے بالکل آخری ایام میں نازل ہوئی تھی کیونکہ اس کی حرمت تو غزوۂ اُحد کے فوراً بعد نازل ہو چکی تھی۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ﴾[3]

"اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کر کے مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

۱ بنی اسرائیل: ۳۱

۲ البقرۃ: ۲۸۶

۳ آل عمران: ۱۳۰

نجات پاسکو۔"

اور یہ بات طے ہے کہ یہ آیت غزوہ اُحد کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی۔ بعض روایات سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سود غزوہ اُحد سے پہلے ہی ممنوع قرار دیا جاچکا تھا جیسا کہ حضرت برّا ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ وَنَحْنُ نَتَبَایَعُ هَذَا الْبَیْعَ فَقَالَ مَا كَانَ یَدًا بِیَدٍ فَلَیْسَ بِهِ بَأْسٌ وَمَا كَانَ نَسِیئَةً فَلاَ یَصْلُحُ[1]

"نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ہم یہ بیع کرتے تھے (ایک مخصوص بیع کی طرف اشارہ ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو نقد بہ نقد ہو، اس میں کوئی حرج نہیں اور جو اُدھار ہو، وہ درست نہیں ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ كَانَ لَهُ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتَّى يَأْخُذَهُ فَجَاءَ يَوْمَ أُحُدٍ. فَقَالَ: أَيْنَ بَنُو عَمِّي؟ قَالُوا بِأُحُدٍ. قَالَ: أَيْنَ فُلاَنٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ. قَالَ: أَيْنَ فُلاَنٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ فَلَبِسَ لأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَهُمْ فَلَمَّا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ قَالُوا إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو! قَالَ: إِنِّي قَدْ آمَنْتُ[2]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن اقیش رضی اللہ عنہ کا زمانۂ جاہلیت میں کسی کے ذمے سود تھا، اُنہوں نے اس کے وصول کرنے تک اسلام قبول کرنے کو نامناسب سمجھا، وہ جنگِ اُحد کے دن آئے اور پوچھا: میرے چچازاد کہاں ہیں؟ جواب ملا: جنگِ اُحد میں، پوچھا: فلاں کہاں ہے؟ جواب دیا گیا: اُحد میں، اُنہوں نے پوچھا: فلاں کہاں ہے؟ کہاں گیا: اُحد میں۔ اُنہوں نے اسلحہ پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مسلمانوں نے اُنہیں دیکھا تو کہنے لگے: اے عمرو! دور ہو جاؤ، اس پر اُنہوں نے کہا: میں اسلام لاچکا ہوں۔"

۱ صحیح بخاری: ۳۹۴۰-۳۹۳۹

۲ سنن ابو داود: ۲۵۳۷

مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے سود کا جواز ثابت کرنا ان کے مقصد کے صریح خلاف ہے کیونکہ ان کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف صریح سود سے ہی نہ بچو بلکہ ہر اس معاملے سے بھی بچو جس میں سود کا شائبہ بھی پایا جائے۔

صحیح بخاری و مسلم، سنن ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور موطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے حرمتِ سود کے بارے میں جو روایات مروی ہیں، ان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو سود کی حرمت اور اس کی حقیقت کے متعلق کوئی اشکال نہ تھا۔ ان کو اصل اشکال یہ تھا کہ آیا اس کا دائرہ صرف انہی چیزوں تک محدود ہے جن کا حدیث میں ذکر ہے یا ان کے علاوہ دوسری چیزیں بھی اس میں شامل ہیں؟

چوتھی غلط فہمی: اِفراطِ زر کا مسئلہ

بعض لوگوں کے نزدیک سود در حقیقت افراطِ زر (Inflation) کی وجہ سے روپے کی قوتِ خرید میں آنے والی کمی کی تلافی کا ذریعہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاشی ماہرین کے نزدیک افراطِ زر بہت سے عوامل کے مجموعی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر عائد نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا کرنسی کی قوتِ خرید میں کمی کا ذمہ دار مقروض کو ٹھہرانا درست نہیں ہے۔

مزید برآں حدیثِ مبارکہ میں قرض دینے کو صدقہ اور نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اگر روپے کی قوتِ خرید کم ہونے کی صورت میں قرض دہندہ کو نقصان ہوتا ہے تو اس کو آخرت میں اس کا اجر وثواب بھی ملے گا۔

> مذکورہ بالا شبہات کے مزید تفصیلی جوابات کے لئے مدیر اعلیٰ 'محدث' مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کا تفصیلی مضمون ملاحظہ کریں جو محدث کے سود نمبر مجریہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں شائع شدہ ہے۔ یہ مضمون دراصل شریعت اپلیٹ بنچ میں جون ۱۹۹۹ء میں دورانِ مقدمہ چار روز تک ہونے والے اُن کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہے۔
> 'سود نمبر' محدث کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے: www.mohaddis.com